# خطبۂ صدارت

## آندھرا پردیش یونانی طبّی سیمینار

منعقدہ

حیدرآباد

از

حکیم عبدالحمید دہلوی

۶- نومبر ۱۹۶۳ء

## عزت مآب گورنر صاحب بہادر حکومت آندھرا پردیش،

## معزز اراکین استقبالیہ و برادرانِ فن!

جنوبی ہند کی ایک اہم ریاست آندھرا پردیش کے دار الحکومت اور سرزمین دکن کے بارونق اور خوب صورت شہر حیدر آباد میں اور سلطان محمد قطب شاہ کی قائم کی ہوئی باعظمت اور سربلند تاریخی یادگار چار مینار کے روبرو اطبائ آندھرا پردیش کی جانب سے منائے جانے والے طبی سیمینار میں شرکت پر میں دلی مسرت محسوس کر رہا ہوں۔ اس سیمینار کا مقصد، جیسا کہ ارباب سیمینار کے پیش کیے ہوئے پروگرام اور ان کے کئی اعلانات سے واضح ہوتا ہے، یہ ہے کہ طبِ یونانی کا مختلف زاویوں سے جائزہ لیا جائے، اس کے بقا و استحکام اور ترقی کے وسائل پر غور و فکر کیا جائے۔ اس کے مستقبل کے لیے کوئی واضح اور ٹھوس پروگرام بنایا جائے، نیز اطبا کی تنظیم کو استوار اور ان کے طبی شعور کو بیدار کیا جائے اور ان کے جمود و تعطل کو دور کر کے ان کے اندر روحِ عمل پھونکی جائے۔ ایسے مبارک اجتماع میں شریک ہو کر مجھے اپنے دلی جذبات و احساسات کی ترجمانی کرنے اور طب کے مسائل حاضرہ پر اظہار خیال کی جو عزت بخشی گئی ہے، اس کے لیے میں اپنے دل کی گہرائیوں سے اطبائ آندھرا پردیش اور بالخصوص مجلس انتظامیہ و استقبالیہ طبی سیمینار کا شکر گزار ہوں۔

برادرانِ فن!

یہ وہی سرزمینِ دکن ہے، جہاں قطب شاہی خاندان دو سو سال ( ۹۰۱ھ تا ۱۰۹۸ھ) تک حکمراں رہا۔ اس عرصے میں اس خاندان کے افراد نے علم و حکمت اور تہذیب و تمدن کی جو نمایاں خدمات انجام دی ہیں، وہ نہ صرف دکن کی، بلکہ ہندوستان کی تاریخ کا سنہرا باب ہیں۔ ان کے دور میں حدودِ سلطنت کی وسعت کے ساتھ علوم و فنون کی سرپرستی اور ان سے دل چسپی کا دائرہ بھی وسیع ہو گیا تھا۔ ان کے دربار میں مختلف ملکوں اور خطّوں سے آنے والے ادیب و شاعر، فن کار و ہنرور، عالم و فقیہ، طبیب و دانش ور، سفیر و تاجر ہر طبقے کے لوگ شامل تھے۔ اس عہد کی طبی تالیفات طب

کے مختلف شعبوں میں مفید اور قابلِ قدر اضافہ کا درجہ رکھتی ہیں، جن میں طبی کتابوں کے نقل و ترجمہ اور تلخیص و شرح کے علاوہ تجربات و تحقیقات کا گراں قدر ذخیرہ بھی موجود ہے۔ اطبا کی شاہانہ قدر و منزلت اور ان سے فیاضانہ سلوک اور ان کے درباری تعلقات کو دیکھ کر قرطبہ و بغداد کے خلفا و اطبا کی باہمی روابط کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ عوام کی صحت اور بہبود کے لیے مختلف شفا خانے اور سرائیں تعمیر کی گئی تھیں۔ سلطان محمد قطب شاہ (عہدِ حکومت ۱۰۲۰ھ۔ ۱۰۳۵ھ) کے عہد میں مریضوں کے علاج کے لیے ایک رہائشی شفا خانہ دارالشفا کے نام سے تعمیر کیا گیا تھا۔ مولفِ "ماہ نامہ" نے اس دارالشفا اور مہمان سرائے کی ایک جھلک ان الفاظ میں پیش کی ہے:

> "دارالشفا میں لگ بھگ چار ہزار بیماروں کے رہنے کا انتظام تھا۔ ان کے کھانے پینے (پرہیزی غذاؤں) کا معقول بندوبست کیا گیا تھا۔ اطبا ان بیماروں کا علاج کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ۵۲ سرائیں تھیں، جہاں دور دور کے مسافر، جن میں ترک و تاجیک بھی تھے، مقیم ہوا کرتے تھے۔ ان کی غذا اور ضروریات کی فراہمی کا انتظام تھا۔ صاحبانِ حمام کو یہ حکم دے دیا گیا تھا کہ جو بھی بے مقدور حمام میں آئے، سرکاری اصلاح ساز پہلے اس کے بال تراشیں، پھر حمام میں لے جائیں اور نہلائیں اور اس کا کوئی معاوضہ طلب نہ کریں۔ چناں چہ ہر روز ماموران حمام ہاتھوں میں لنگیاں تھامے ہوئے اجنبی مہمانوں کے آنے کے منتظر رہا کرتے تھے۔"
>
> (ماہ نامہ ورق ۱۰۲ ب کتب خانہ آصفیہ۔ حیدرآباد)

آج بھی یہاں ایک محلّہ دارالشفا کے نام سے آباد ہے، جو زبانِ حال سے گزشتہ دَور کی طبّی سرگرمیوں کی داستان دہرا رہا ہے۔

قطب شاہی دور کی طبّی تالیفات مخطوطات کی شکل میں آج بھی کتب خانوں کی زینت بنی ہوئی ان کے نام اور کام کو نمایاں کر رہی ہیں۔ اطبا اور حکما میں میر محمد مومن شمس الدین علی الحسینی الجرجانی،... تقی الدین محمد، ولی گیلانی اور حکیم الملک گیلانی قابلِ ذکر ہیں اور ان کی طبّی تالیفات میں علی الترتیب رسالہ مقداریہ، اختیارات قطب شاہی، ترجمہ و اضافہ تذکرۃ الکحالین، میزان الطبائع قطب شاہی تقویم الطب اور شجرۂ دانش اہم اور قابلِ مطالعہ کتابیں ہیں۔ میر محمد مومن، سلطان محمد قطب شاہ کے عہد میں پیشوائے سلطنت کے عہدے پر فائز تھے۔ بادشاہ کے ایما پر اوزان و مقادیر کے بارے میں ایک محققانہ رسالہ

مقداریہ کے نام سے تالیف کیا، نیز ادویہ مفردہ میں اختیاراتِ قطب شاہی لکھی، جو اختیارات بدیعی کی شرح ہے۔ دائرہ میر مومن کے نام سے ایک محلہ آباد ہے، جو ان کی پُراسرار اور مقدس شخصیت کے نام کو واضح کر رہا ہے۔ قطب شاہی دور کے چھٹے حکمراں عبداللہ قطب شاہ کے دور کے ایک نامور طبیب عالم حکیم الملک گیلانی نہ صرف حاذق طبیب تھے، بلکہ ایک اچھے مہندس بھی تھے۔ قلعہ گولکنڈہ کی شمالی جانب ایک دل فریب اور پُر فضا پہاڑی پر حکیم جیٹھ کے نام سے ایک موضع ان ہی کے نام سے آباد کیا ہوا ہے۔ اس پہاڑی پر انھوں نے ایک عالی شان قصر اور حوض تعمیر کیا تھا۔ محل ایرانی و ہندی صناعی کا نمونہ تھا اور یہیں ان کا مقبرہ بھی ہے۔

طب کا قافلہ، جو کارزارِ حیات میں صدیوں سے رواں دواں ہے، کہیں وہ گرم جوشی سے ہم کنار تو کہیں سست کوشی کا شکار، قطب شاہی حکومت کے زوال کے ساتھ اس کی جولانیاں بھی سرد پڑ گئیں۔ پچھلے نقوش و آثار امتدادِ زمانہ کی نذر ہو گئے۔ کچھ تو مدھم اور دھندلے پڑ گئے اور جو باقی رہ گئے وہ زینتِ طاقِ نسیاں ہو گئے۔ قطب شاہی دور کے بعد آصف جاہی خاندان نے زمامِ حکومت سنبھالی، اکثر حکمرانوں کو ملکی انتظامات سنبھالنے اور حکومت کے نظم و نسق کو سنوارنے اور پیچیدہ مسئلوں کو سلجھانے سے فرصت ہی نہ ملی کہ وہ طب کا کوئی شاہکار پیش کر سکیں۔ آصف جاہ سابع میر عثمان علی خاں کے عہد کو علوم و فنون اور تہذیب و ثقافت کی ترقیوں کے لیے "عہد آفریں" کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ جامعہ عثمانیہ، عدالت العالیہ، عثمانیہ ہسپتال، کتب خانہ آصفیہ، سالار جنگ میوزیم اسی عہدِ عثمانی کی یادگار ہیں۔ قافلہ طب، جو بے دم، منتشر اور گم کردہ راہ ہو گیا تھا، پھر سے تازہ دم اور مجتمع ہو کر نئی منزلوں کی تلاش میں رواں دواں ہو گیا، مدھم نقوش پھر اُجاگر ہونے لگے۔ اس دور کا سب سے بڑا کارنامہ نظامیہ طبی کالج اور نظامیہ صدر شفاخانہ کی داغ بیل اور سر رشتہ نظامت طبابت یونانی کا قیام ہے۔ نظامیہ طبی کالج اور صدر شفاخانہ کے طرزِ تعمیر میں قطب شاہی دور کے دارالشفا کا رنگ جھلکتا ہے۔ کیا عجب ہے کہ قطب شاہی روح دارالشفا کے قالب سے رخصت ہو جانے کے بعد صدیوں تک آوارہ و سرگرداں رہی اور دورِ عثمانی میں صدر شفاخانہ اور نظامیہ طبی کالج کے پیکر میں جلوہ گر ہو کر دارالشفا کی دیرینہ یاد تازہ کرنے کا باعث بن گئی۔ تاریخ طب کا یہ باب ادھورا رہ جائے گا اگر ہم اس مبارک موقع پر عہدِ عثمانی کے ایک نامور، حاذق طبیب، ذی فہم و ذی ہوش میر کارواں حکیم نواب مقصود جنگ بہادر مرحوم کی بے لوث و پُر خلوص خدمات کا اعتراف نہ کریں۔ میں حکیم صاحب علیہ الرحمہ کی روح کو خراجِ عقیدت

پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ افسوس کہ آج ہم میں یہ منتظم و مدبر شخصیت موجود نہیں، لیکن ان کی زندہ یادگار یہ طبی ادارہ اور ان کا مستقل اور پختہ ارادہ اور ان کی فنی کاوشیں یہ سب ہمارے لیے رہنما ثابت ہو سکتی ہیں۔

برادران فن!

آپ کے سامنے دکن کی تاریخ طب کے چند ناقابل فراموش ابواب کی ورق گردانی کی گئی ہے۔ قطب شاہی اور آصف جاہی حکمرانوں نے دکن میں اور سلاطین مغلیہ نے پورے ہندوستان میں علم و حکمت اور تہذیب و ثقافت کی جو بے مثال سرپرستی کی وہ تاریخ علوم و فنون میں کوئی نئی چیز اور نیا اقدام نہیں۔ فن دانوں اور دانش وروں کی قدردانی اور جوہر شناسی کی خصوصیات کچھ ان ہی سے وابستہ نہیں ہیں۔ یونان، عرب، مصر، شام، عراق، اندلس، اٹلی اور تمام مشرقی و مغربی ملکوں میں یہی آئین و دستور رہا ہے۔ انھوں نے زمانہ کے حالات اور وقت کے تقاضوں کے پیش نظر علم و حکمت کی سرپرستی کی ہے اور انسانی فلاح و بہبود کے حق میں مفید اور کارآمد عناصر کو اپنے اندر جذب کرنے، ان کو پروان چڑھانے اور ان کے پھلنے پھولنے کے وسائل فراہم کرنے میں کبھی تعصب، تنگ نظری اور گروہی امتیاز کو روا نہیں رکھا۔ آپ کے روبرو وہ مساعی اور کارنامے ہیں، جو سابقہ حکومتوں نے انجام دیے ہیں، وہ حالات و واقعات بھی ہیں جو ہندوستان میں انگریزوں کے عہد حکومت میں دیسی طبوں کی سلامتی کے لیے ہمیشہ خطرے کا باعث بنے رہے اور ان پرُخطر اور ہیبت ناک طوفانوں میں گھر کر بھی دیسی طبیں اپنی بقاء حیات کے لیے ضروری مدافعت کا سامان فراہم کرتی اور اپنی سخت جانی کا مظاہرہ کرتی رہیں۔ وہ دعوے، اعلانات اور عہد و پیمان بھی ہمارے کانوں میں اب تک گونج رہے ہیں جو تحریک آزادی کے علم برداروں کی طرف سے پے در پے عوام کے سامنے کیے گئے، جن میں قومی صحت کے مسائل کو حل کرنے میں دیسی طبوں کو ضامن قرار دیا گیا تھا۔ پھر آزادی ہند کے بعد کے یہ پندرہ سولہ سال بھی ہمارے سامنے ہیں، جو شاہد عینی بن کر مرکزی حکومت اور ریاستوں میں ایسے مناظر پیش کر رہے ہیں، جن کا تصور بھی ہمارے لیے مشکل تھا۔ طب یونانی اور اس کے ادارے اور طبی تنظیمیں آج جن حالات و مسائل سے دوچار ہیں، اس سے پہلے شاید وہ کبھی بھی دوچار نہیں تھیں۔

طب یونانی کے مختلف مسائل اور موضوعات پر آل انڈیا یونانی طبی کانفرنس کے سالانہ اجلاس میں جو جون ۱۹۶۳ء میں شملہ میں منعقد ہوا تھا، میں نے اپنے خطبۂ صدارت میں خاصی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ یہاں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں، البتہ اس سیمینار میں آندھرا پردیش میں طب یونانی کے طبی

مسائل کا جائزہ لیا جانا ضروری ہے اور ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ سابقہ ادوار میں یہ طب جس ریاست میں پروان چڑھی اور پھلی پھولی، یہاں تک کہ غیر ملکی حکمرانوں کے زمانے میں بھی جس خطے میں یہ چراغ جگمگاتا رہا، وہاں آج اپنے دور میں اور اپنوں کے ہاتھوں اس قدیم اور شریف فن کی کیا حالت ہے۔

## برادران فن!

طب یونانی کے جن عمومی اور بنیادی مسائل کا تذکرہ آج کل آپ اخبارات میں دیکھ رہے ہیں ان کی حیثیت مرکزی ہے۔ اگر ان کا مناسب حل نکل آئے تو اس کا اثر لازماً تمام ریاستوں پر پڑے گا اور بہت سے ریاستی مسائل بھی خود بخود حل ہو جائیں گے۔ اس کے باوجود چند مخصوص مسائل ایسے ہیں، جن کا تعلق اطباء اور حکومت آندھرا پردیش سے ہے اور آج جب کہ اس سیمینار میں اکثر اطباء ریاست، گورنر بہادر اور حکومت کے اعلیٰ عہدے دار موجود ہیں ان پر توجہ مناسب ہوگی۔

# نظامت طبابت یونانی

## برادران فن!

آپ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ ریاست حیدرآباد میں سررشتۂ طبابت یونانی نصف صدی تک براہ راست اطباء یونانی کے زیر نگرانی رہا اور اس کا ناظم ایک قابل اور جید طبیب ہوا کرتا تھا۔ اس دور میں طب یونانی نے ایک طرف حکومت کی سرپرستی اور دوسری طرف اطبا کی نگرانی اور عوام کی دل چسپی و ہمدردی کی بدولت ترقی کی بہت سی منزلیں طے کر لی تھیں کہ اچانک حالات میں تبدیلی رونما ہو گئی۔ سررشتہ کی نظامت اطباء سے چھین کر ڈاکٹروں کے حوالے کر دی گئی۔ صدر شفاخانہ یونانی کے اکثر وارڈز ایلوپیتھک، ہومیوپیتھک اور آیورویدک کے قبضے میں دے دیے گئے، جن کا خرچ اب تک یونانی کے بجٹ سے پورا کیا جاتا ہے۔ نظامیہ طبی کالج اور فارمیسی کے حصے بخرے کیے گئے۔ اضلاع کے اکثر دواخانوں کو، جو کثیر آبادی والے علاقوں میں عوام کی ایک بڑی تعداد کی خدمت انجام دے رہے تھے، ایسے مقامات پر تبدیل کر دیا گیا، جہاں آمد و رفت کی کوئی سہولت نہ تھی اور جہاں کی آبادی نہایت کم تھی اور ان کے بجائے ایلوپیتھک دواخانوں کا قیام عمل میں لایا گیا، نیز بعض دواخانوں کی تخفیف بھی کی جاتی رہی۔ اس کے بعد ریاست کے تنظیمی اداروں اور آل انڈیا یونانی طبی کانفرنس کی مشترکہ کوشش کے نتیجے میں محکمے کو آزادی نصیب ہوئی اور حکومت وقت نے اعلان کیا کہ سررشتہ انڈین میڈیسن کا ناظم ایک غیر فنی عہدے دار ہوگا اور دو نائب ناظم طب اور آیوروید کی جانب سے مقرر ہوں گے۔ ناظم فنی مسائل میں ان دونوں سے مشورہ حاصل کرتا رہے گا۔ چناں چہ کچھ دن تک اس پر عمل بھی ہوتا رہا، مگر آندھرا پردیش کے قیام کے ساتھ ہی اس انتظام کو عملاً تبدیل کر دیا گیا اور مدراس آیورویدک کالج کے پرنسپل کو اسپیشل آفیسر کے نام سے مقرر کیا گیا، جنھوں نے اپنے

دونوں نائبوں کو برخاست کر کے ان کے بجائے دو غیر فنی مددگار مقرر کر دیے۔ اس طرح طبِ یونانی اور اطبا ایک بحران میں مبتلا ہو گئے۔ پھر حالات نے پلٹا کھایا اور نظامت اور نائب نظامت پر بالکلیہ غیر فنی اصحاب قابض بنا دیے گئے۔ اسی پر آج تک عمل ہو رہا ہے۔ یہ بات قابلِ غور ہے کہ اس فنی سررشتہ میں نہ تو افسرِ اعلا اور نہ اس کے مددگاروں میں سے ایسے عہدے پر جو صاحبِ اختیار ہو کوئی فنی شخص مامور ہے۔ ہمیں غیر فنی عہدے داروں سے کوئی بیر نہیں ہے، ہم ان کے ہر اچھے اقدام کو سراہنے کے لیے ہر وقت تیار ہیں، لیکن ماضی میں غیر فنی عہدیداروں کے دورِ نظامت میں جو تلخ تجربات ہوئے اور اطبّا کے دورِ نظامت میں جو ترقیاں ہوئیں، ان کے تقابلی مطالعے سے ہمارے اس خیال و نظریہ کی تائید ہوتی ہے کہ سررشتہ یونانی کی نظامت اطبّا کے ہاتھ میں رہنی چاہیے تاکہ قابل اور تجربہ کار اطبا کے زیرِ نگرانی طب ترقی کرے اور یہ مطالبہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کے لیے مزید دلائل کی حاجت نہیں۔ اگر حکومت کے مصالح کی بنا پر نظامت پر کسی قابل، غیر جانب دار اور غیر فنی عہدے دار کو مقرر کیا جانا ناگزیر ہے تو کم از کم نیابت کے فرائض اطبا کو انجام دینے کا موقع دینا چاہیے۔

اس موقع پر یہ اعتراف کرنا ضروری ہے کہ گزشتہ چند برسوں میں چند نئے دواخانے علاقۂ آندھرا و تلنگانہ میں قائم ہوئے اور مزید دواخانوں کے قیام کی توقع ہے۔ فارمیسی کے بجٹ میں چار گنا اضافہ ہوا ہے، جو قابلِ تحسین ہے۔ حکومت اور وہ تمام عہدے دار جن کی مشترکہ مساعی سے یہ کام سرانجام پایا ہے، اطبا کی جانب سے قابلِ مبارک باد ہیں اور ہم امید رکھتے ہیں کہ آئندہ بھی حکومت کی توجہ اور سرپرستی طبِ یونانی کو حاصل رہے گی۔

## انڈین میڈیسن بورڈ

ہر ریاست میں طبِ جدید کے حامیین کی نمائندگی کے لیے ایک ریاستی کونسل موجود ہے اور اس کا الحاق مرکزی کونسل سے ہے، لیکن بدقسمتی سے اطبا کی کوئی کونسل مرکز یا ریاستوں میں موجود نہیں، البتہ آپ کی ریاست میں اس کا ایک بدل انڈین میڈیسن بورڈ کی صورت میں بہر حال موجود ہے۔ اگر اس سے ٹھیک ٹھیک فائدہ اٹھایا جائے تو بڑی حد تک ریاستی مسائل کے حل کی صورت پیدا ہو سکتی ہے لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کو ایک کارگزار ادارہ بنایا جائے جس میں ریاست کے قابل اور تجربہ کار اطبا شامل ہوں، نیز بورڈ کے اراکین کے انتخاب کا کوئی باضابطہ جمہوری طریقہ ہونا چاہیے۔ اگر حکومت اپنی مصلحتوں کے پیشِ نظر چند اطبا کو نامزد کرے تو ایسا بورڈ اطبا کی صحیح ترجمانی و نمائندگی کا حق کیوں کر ادا کر سکتا ہے۔ ضرورت یہ ہے کہ اطبا کے مختلف حلقوں؛ نظامیہ صدر شفاخانہ، کالج، شہر اور اضلاع کے دواخانوں اور اطبا کی نمائندہ انجمنوں میں سے ان اراکین کا انتخاب بذریعہ الیکشن عمل میں لایا جائے۔ اس کے بعد ہی بورڈ درحقیقت ایک کارگزار اور نمائندہ بورڈ بن سکتا ہے۔

# نظامیہ طبّی کالج اور اس کا نصاب

## برادرانِ فن!

ابتدا میں جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ نظامیہ طبّی کالج کی بنیاد صدر شفاخانہ کے ساتھ ساتھ رکھی گئی تھی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ملک میں ایسے اطبا پیدا کیے جائیں جو ایک طرف نوعِ انسانی کے دکھ درد کا مداوا کریں تو دوسری طرف درس و تدریس اور فنّی تحقیقات میں مصروف ہو جائیں۔ چناں چہ اس کالج کا نصاب تعلیم ہندستان کے سربرآوردہ اطبا کے رائے اور مشورے سے مدوّن کیا گیا اور دو جماعتیں "طبیب مستند" و "طبیب ماہر" قائم کی گئیں۔ طبیب ماہر کی جماعت کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ لائق اور فاضل اطبا کا ایسا گروہ تیار کیا جائے جو ایک طرف کالج میں درس و تدریس کے فرائض انجام دے اور دوسری طرف اپنے فن میں تحقیقات اور اجتہادات کے ذریعے اضافہ کرتا رہے۔ چناں چہ اس کالج سے بعض ایسے اطبا ماہرین فارغ ہوئے، جو ہندستان گیر شہرت کے حق دار بنے اور جن پر یہاں کے اساتذہ بجا طور پر فخر و ناز کرتے ہیں، لیکن اس جماعت کو قائم ہوئے چند ہی سال گزرے تھے کہ یہ برخاست کر دی گئی اور طب اپنے تابناک مستقبل بنانے والے افراد سے محروم ہو گئی۔ اس کے چند سال بعد نصاب میں چند در چند تبدیلیاں ہونے لگیں، اس کے نتیجے میں طلبا کو زیادہ سے زیادہ طب جدید کے مضامین کی تعلیم ڈاکٹروں کے ذریعے دی جانے لگی۔ رفتہ رفتہ طبِ یونانی سے طلبا کی دل چسپی کم اور فن میں حذاقت اور کمال کا جذبہ سرد پڑتا گیا، جدید قسم کے رجحانات دماغوں پر چھانے لگے۔ اس کے بعد نصاب میں مزید ایک انقلابی روش یہ اختیار کی گئی کہ جی۔ سی۔ آئی۔ ایم کے نام سے ایک اور جدید دو سالہ نصاب تیار کیا گیا، جو ہمارے لیے کوئی سرمایۂ افتخار نہیں، لیکن افسوس کہ ان بے جا دخل اندازیوں کے نتیجے میں فنِ طب کا حلیہ بگڑ گیا۔ یقین و اعتماد کے ساتھ علاج معالجہ کرنے والے اطبا کی تعداد میں برابر کمی واقع ہونے لگی۔

## ملکوٹے کمیشن اور کالج کے داخلے

ابھی چند سال پہلے اطبا یونانی کے مستقبل اور کالج کے لیے ایک نصاب کی تدوین کے سلسلے میں ملکوٹے کمیشن کا انعقاد عمل میں لایا گیا، جس نے طب کی ترقی کے مسائل کا نہایت کھلے دل سے جائزہ لیا اور ہندستان کے چوٹی کے اطبا کو مختلف ریاستوں سے مدعو کیا گیا اور ان کے بیانات لیے گئے اور اُن کی روشنی میں راہِ عمل متعین کی اور اپنی سفارشات حکومت کے سامنے پیش کر دیں۔ حکومت نے سفارشات کو کلیتاً قبول کرنے اور عملی جامہ پہنانے کی بجائے اس کے بعض ایسے اجزا پر عمل درآمد کرنے کے احکام صادر کر دیے، جو حکومت کے نقطۂ نظر سے اس کے حق میں بظاہر مفید اور ارزاں تھے، لیکن درحقیقت ملک اور عوام اور اطبا کے حق میں

ناقابلِ تلافی نقصان کے مترادف تھے۔ ملکوٹے کمیشن کی سفارشات کی بنیاد اطبا کے اسکیل کو ڈاکٹروں کے برابر کرنے سے شروع کی گئی تھی۔ اسی بنیاد پر نصابِ تعلیم چھ سالہ اور معیارِ داخلہ پی۔ یو۔ سی قرار دیا گیا تھا تاکہ معیار اور مدتِ تعلیم ڈاکٹری تعلیم سے کسی طرح کم نہ ہو، لیکن حکومت نے بنیادی سفارشات کو نظر انداز کر کے صرف معیارِ داخلہ یا مدتِ تعلیم میں اضافہ کر کے چھ سالہ شدہ یونانی نصاب رائج کرنے کے احکام صادر کر دیے، جس کا نتیجہ آج ہم سب کے سامنے ہے اور دو سال سے کالج میں داخلہ بند کر دیا گیا ہے، جس سے اطبا اور عوام میں بے چینی پیدا ہو گئی ہے۔ سنا ہے کہ حکومت کا ایک اعلامیہ آچکا ہے، جس میں مدتِ تعلیم کو گھٹا دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اگر کالج اور سررشتہ کے بہی لیل و نہار رہے اور اجتماعی جد و جہد جاری نہ رکھی گئی تو اس شہرۂ آفاق کالج کے بے اندازہ نقصان کا اندیشہ ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ ملکوٹے کمیشن کی مکمل سفارشات کو روبہ عمل لائے، یا آل انڈیا یونانی طبی کانفرنس کا تیار کیا ہوا نصاب، جو ہندوستان کے نامور اطبا نے مل کر تیار کیا ہے، اختیار کرے، نیز طبیب ماہر یا اس کے مماثل پوسٹ گریجویٹ جماعت کا قیام عمل میں لائے۔

## برادرانِ فن!

میں آخر میں تمام اطبائے آندھرا پردیش اور مجلسِ انتظامیہ و مجلسِ استقبالیہ طبی سیمینار کا تہِ دل سے دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ریاستی اساس پر طبی مسائل کا جائزہ لینے اور ان کا حل تلاش کرنے کے لیے آپ نے مشترکہ جد و جہد سے یہ سیمینار منعقد کیا اور اس کی صدارت کا مجھے اعزاز بخشا اور نہایت صبر کے ساتھ میری باتیں سنیں۔ میں آپ کی کوششوں اور کاوشوں کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے، اس سیمینار سے وابستہ مقاصد میں کامیابی کی دعا کرتا ہوں اور اطبا کی جانب سے گورنر بہادر کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ موصوف نے سیمینار میں شرکت فرمائی اور اپنے مبارک ہاتھوں سے اس کا افتتاح فرمایا اور ہم سب کی ہمت افزائی کی۔

حکیم) عبد الحمید دہلوی

مطبوعہ

دلّی پرنٹنگ ورکس دلّی